۵۳واں باب

مخالفین کے ساتھ

سُوْرَۃُ حٰمٓ السَّجْدَۃ

۲۶	اسلام کے مقابلے میں کفار کی پیہم ناکامیاں
۲۷	مشرکین کی نئی حکمتِ عملی
۲۷	کارِ نبوت سے باز رکھنے کے لیے پیش کش
۲۹	عتبہ پر بھی جادو چل گیا
۲۹	۶۸: سُوْرَۃُ حٰمٓ السَّجْدَۃ [۴۱ — ۲۴: فمن اظلم]
۳۰	پیش کش کا جواب، دعوت اور صرف دعوت!
۳۱	نبوت کے اعزاز کے ساتھ میں ایک انسان ہوں
۳۳	بستی والوں کو عاد اور ثمود کے انجام سے ڈراؤ
۳۵	میدانِ حشر میں جسم کے اعضا کی گناہوں پر گواہی
۳۶	دوزخ میں مجرمین ایک دوسرے کے جانی دشمن ہوں گے
۳۸	دعوت الی اللہ
۳۸	شیطان کی چالوں کا مقابلہ
۳۹	توحید اور آخرت پر ایمان کی دعوت
۴۰	ملحدین سے خطاب
۴۱	یہ قرآن عربی میں ہے
۴۲	قیامت کا علم صرف اور صرف اللہ کے پاس ہے
۴۳	انسان بڑا ناشکرا ہے

۵۳واں باب

مخالفین کے ساتھ

اسلام کے مقابلے میں کفار کی پیہم ناکامیاں

یہ بات ہم جان چکے ہیں کہ گزشتہ دنوں اہلِ مکہ کی حبشہ میں سفارت کا ملاً ناکام ہو گئی اور اسلام کے مخالف اکابرین یہ جان گئے کہ مسلمانوں کو ایک ٹھکانہ مُیسر آچکا ہے جہاں وہ نہ صرف اطمینان کی زندگی بسر کر رہے ہیں بلکہ اگر اُن کارہ نما اور اُن کی تحریک مزید مضبوط اور کام یاب ہوتی ہے تو یہ لوگ مکہ پر قبضہ کر لیں گے اور غالب آجائیں گے۔ پھر گزشتہ دنوں حمزہ رضی اللہ عنہ نے دائرۂ اسلام میں داخل ہو کر اُن کی راتوں کی نیندیں اُڑادی تھیں۔ اسلام کے مقابلے میں کفار کی پیہم ناکامیوں کا جائزہ یہ ہے:

- دعوت کو نظر انداز کرنے والی تدبیر جو پہلے تین سال رہی تھی وہ تو چوتھے سال کے آغاز ہی سے لپیٹ دی گئی تھی
- محض مذاق اُڑانے اور استہزا کی جو روش تھی وہ بھی ناکامی کا منہ دیکھ کر چوتھے سال کے وسط میں دم توڑ چکی تھی۔
- غلاموں اور لونڈیوں کو جو جسمانی ایذا رسانی تھی، وہ ابو بکرؓ کی سخاوت کے ذریعے ختم ہو گئی تھی۔
- قبائل میں قریش کے بزرگوں کی جانب سے ایمان لانے والے نوجوانوں کو جو ڈانٹ ڈپٹ اور مار پیٹ کا سلسلہ تھا اُس پر ہجرت حبشہ نے پانی پھیر دیا تھا، وہ خوف زدہ ہو گئے تھے کہ اگر انھوں نے اپنے نوجوانوں کو اسلام لانے پر تنگ کیا تو وہ رومی سلطنت سے ملحق حبشہ کی مملکت میں جا بسیں گے۔

یوں یہ قافلہ سخت جاں مزاحمتوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے نبوت کے چھٹے سال میں داخل ہو رہا تھا۔ مشرکین مکہ عموماً اور اُن کے قبائل کے سردار، خصوصاً جن کی سرداری اس دین کی سربلندی کے نتیجے میں خطرے میں تھی انتہائی ہٹ دھرمی اور سارے اخلاق و وضع داری کو بالائے طاق رکھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے تھے، تم خواہ کچھ بھی کرو، کوئی اچھی سے اچھی دلیل لاؤ ہم سننا ہی نہیں چاہتے اور نہ ہی ہم سنیں گے۔ تمھاری باتوں کے اثر سے ہم محفوظ ہیں کیوں کہ ہم نے دلوں پر غلاف چڑھا لیے ہیں اور کان بند کر لیے ہیں، اور ہمارے تمھارے درمیان ایک ایسا حجاب پیدا ہو گیا ہے جو باتوں، دلیلوں، جادو اور شاعری سے نہیں ختم ہو گا، ہماری مستقل مزاجی اور اپنے دین کے ساتھ جماؤ اور استقامت نے ہمیں بہک جانے سے اور کسی نئے دین میں داخل ہونے سے

محفوظ کر لیا ہے۔ وہ زبانِ قال اور زبانِ حال سے نبی ﷺ اور ابو طالب کو مطلع کر چکے تھے کہ وہ محمدؐ کی مخالفت میں جو کچھ ہو سکے گا کریں گے۔

مشرکین کی نئی حکمتِ عملی

مشرکین، اب نبی ﷺ کی مخالفت میں ایک نئی حکمتِ عملی کے ساتھ لگے ہوئے تھے، اس حکمتِ عملی کی ایک دفعہ یہ تھی کہ قرآن مجید کی آیات اور معانی و مفہوم کو اُلٹے معنی پہنا کر لوگوں میں طرح طرح کی غلط فہمیاں پھیلائیں۔ سیدھی سیدھی بات کچھ کہی جاتی اور اُسے بنا کچھ اور دیا جاتا تھا۔ صاف سمجھ میں آنے والی بات میں سے اُلٹے معانی نکال لیے جاتے تھے۔

عجیب بے عقلی کی جو باتیں بنائی جاتی تھیں اُن میں سے ایک یہ تھی کہ ایک عربی بولنے والا اگر عربی زبان میں قرآن سناتا ہے تو اس میں کیا کمال ہے؟ کمال تو جب ہوتا کہ وہ فرفر عبرانی بولتا!! عربی تو اس کی مادری زبان ہے۔ اپنی مادری زبان میں جو چاہے اعلیٰ سے اعلیٰ کلام سنائے اور نبوت کے دعوے کرے!

پوری منصوبہ بندی کے ساتھ مخالفت کی حکمتِ عملی کا ایک جُز یہ بھی تھا کہ مکہ میں کسی بھی جگہ جہاں آپ ﷺ یا آپؐ کے پیروکاروں میں سے کوئی لوگوں کو قرآن سنانے کی کوشش کرے، فوراً وہاں ہنگامہ کیا جائے اور چیخ چیخ کر اتنا شور مچایا جائے کہ کوئی کچھ نہ سن سکے اور سنانے والے کو کچھ دھکّے اور مُکّے بھی رسید کیے جائیں، یہ ایک نوع کی زباں بندی تھی۔

کارِ نبوت سے باز رکھنے کے لیے پیش کش

دریں حالات ایک روز، ایسے وقت کہ رسول اللہ ﷺ مسجدِ حرام میں ایک جگہ اکیلے بیٹھے تھے کچھ فاصلے پر قریش کی محفل میں عُتبہ بن ربیعہ (ابو سفیان کے سسر) بھی بیٹھے تھے، وہ قریش کے مشہور سرداروں میں سے ایک تھے، بولے اے قریش کے لوگو! کیوں نہ میں محمدؐ کے پاس جا کر اُن سے بات کرلوں، اور اُن کے سامنے چند اچھی پیش کشیں رکھوں، ہو سکتا ہے وہ اپنی دعوت اور نبوت کو چھوڑنے کے عوض ہماری کوئی چیز قبول کر لیں (نعوذ باللہ، اللہ کے نبیؐ کو اللہ سے بے وفائی کے لیے رشوت دینے گئے تھے)۔ تو جو کچھ وہ قبول کر لیں گے، وہ ہم سب مل ملا کر دے دلا دیں اور روز، روز کے اِس جھگڑے سے اپنی جان چھڑا لیں۔

مشرکین نے کہا: ابوالولید! آپ ضرور جائیں اور ان سے بات کریں! اس کے بعد عتبہ اٹھا اور رسول اللہ

ﷺ کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔ پھر بولا: بھتیجے! ہماری قوم میں تمھارا جو مرتبہ و مقام ہے اور جس بلند حسب نسب سے تم ہو، وہ تو تمھیں معلوم ہی ہے مگر اب تم اپنی قوم میں ایک بڑا [حیران کن و پریشان کن اور عجیب نا قابل قبول] دعویٰ لے کر اُٹھ کھڑے ہوئے ہو، جس کی وجہ سے تم نے قوم میں تفرقہ ڈال دیا ہے۔ ہماری عقلوں اور تہذیب کو جہالت و حماقت قرار دیا ہے۔ قوم کے معبودوں اور قومی تہذیب و تمدن اور شعائر میں عیب چینی کی اور گزرے ہوئے آباواجداد کو بھی غلطی پر گام زن گم راہ لوگوں میں گنتے ہو۔ لہٰذا میری بات سنو! [تنازعے کو عمدہ طریقے سے ختم کرنے اور جھگڑے کو نبٹانے کے لیے] چند تجاویز تمھارے سامنے لایا ہوں، ان پر غور کرو، شاید تمھیں کوئی بات پسند آئے اور تم قبول کر لو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابوالولید کہیے! میں ضرور سنوں گا۔ ابوالولید نے کہا بھتیجے! یہ دعویٰ نبوت جو تم نے کیا ہے گر اس سے تم یہ چاہتے ہو کہ مال و دولت حاصل کرو تو ہم تمھارے لیے اتنا مال جمع کیے دیتے ہیں کہ تم ہمارے درمیان سب سے زیادہ امیر ہو جاؤ اور اگر تم سرداری چاہتے ہو کہ عزت و مقام تمھیں مل جائے تو ہم تمھیں اپنا سردار تسلیم کر لیتے ہیں، اور یہاں کسی بھی معاملے کا فیصلہ تمھاری مرضی کے بغیر نہ کریں گے اور اگر تم چاہتے ہو کہ مکّہ کے بادشاہ بن جاؤ تو ہم تمھیں اپنا بادشاہ تسلیم کر لیتے ہیں اور اگر یہ سب کچھ نہیں بلکہ تم پر کسی جن بھوت کا سایہ ہے جسے تم دیکھتے ہو لیکن اپنی جان اُس سے نہیں چھڑا پاتے تو ہم تمھارے لیے اس کا علاج تلاش کیے دیتے ہیں اور اس کام کے لیے جتنا پیسہ درکار ہو خرچ کرنے کے لیے تیار ہیں یہاں تک کہ تم صحت یاب ہو جاؤ۔ کیوں کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جن بھوت انسان پر غالب آجاتا ہے اور اس کا علاج کروانا پڑتا ہے۔

عتبہ نے یہ باتیں کیں اور رسول اللہ ﷺ نے توجہ سے سنیں۔ جب وہ خاموش ہو گیا تو آپؐ نے اُس سے پوچھا: ابوالولید آپ کو جو کچھ کہنا تھا کہہ چکے؟ اس نے کہا، ہاں، آپؐ نے فرمایا اچھا، اب میری بات غور سے سنو۔ اس کے بعد آپؐ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہہ کر سُوْرَۃُ حٰمٓ السَّجْدَۃ کی تلاوت شروع کی عتبہ اپنے دونوں ہاتھ پیچھے زمین پر ٹیکے ٹکٹکی باندھے غور سے سنتا رہا۔ جب آپ ﷺ تلاوت کرتے ہوئے آیت: فَاِنۡ اَعۡرَضُوۡا فَقُلۡ اَنۡذَرۡتُكُمۡ صٰعِقَةً مِّثۡلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوۡدَ (اب اگر یہ لوگ منہ موڑتے ہیں تو ان سے کہہ دو کہ میں تمھیں عاد اور ثمود کے عذاب جیسے ایک اچانک ٹوٹ پڑنے والے عذاب سے ڈراتا ہوں) پر پہنچے تو عتبہ نے بے اختیار آپؐ کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور کہا "اللہ کے لیے اپنی قوم پر رحم کرو"۔ بعد میں اُس نے سرداران قریش کے سامنے اپنے اس فعل کی وجہ یہ بیان کی کہ " آپ لوگ جانتے ہیں، محمدؐ کی زبان سے جو بات نکلتی ہے پوری ہو کر رہتی

ہے، اس لیے میں ڈر گیا کہ کہیں ہم پر عذاب نازل نہ ہو جائے"۔ آپؐ نے یہ سورۃ ۳۸ویں آیتِ سجدہ تک تلاوت کی، یہاں پہنچ کر آپؐ نے سجدہ کیا، پھر سر اٹھا کر فرمایا: "اے ابوالید، میرا جواب آپ نے سن لیا، اب آپ جانیں اور آپ کا کام۔"

عتبہ پر بھی جادو چل گیا

عتبہ اٹھ کر سردارانِ قریش کی محفل کی طرف نڈھال چال سے چلا تو لوگوں نے دور سے اس کو دیکھتے ہی کہا: واللہ، عتبہ کا چہرہ بدلا ہوا ہے، یہ وہ شکل نہیں ہے جو شکل یہ لے کر گیا تھا۔ پھر جب وہ آکر اُن کے درمیان بیٹھا تو لوگوں نے کہا: کیا سُن آئے ؟ اُس نے کہا: "واللہ، میں نے ایسا کلام سنا کہ اس سے پہلے کبھی نہ سنا تھا۔ اللہ کی قسم، نہ یہ شعر ہے، نہ سحر ہے نہ کہانت۔ اے سردارانِ قریش، میری بات مانو اور محمدؐ کو اس کے حال پر چھوڑ دو۔ میں ڈرتا ہوں کہ یقیناً یہ کلام کچھ رنگ لا کر رہے گا۔ فرض کرو، اگر عرب اس پر غالب آگئے تو اپنے بھائی کے اوپر ہاتھ اٹھانے سے تم بچ جاؤ گے اور دوسرے اس سے نمٹ لیں گے۔ لیکن اگر وہ عرب پر غالب آ گیا تو اس کی بادشاہی تمھاری بادشاہی، اور اس کی عزت تمھاری عزت ہی ہو گی۔" سردارانِ قریش اس کی یہ بات سنتے ہی بول اٹھے: " ولید کے ابّا، آخر اس کا جادو تم پر بھی چل گیا۔" عتبہ نے کہا، میری جو عقل میں آیا وہ میں نے تمھیں بتا دیا، اب تمھارے جو جی میں آئے کرتے رہو۔ [اس قصے کو سیرۃ ابنِ ہشام میں پڑھا جا سکتا ہے، آسانی سے تفہیم القرآن میں سُوْرَۃُ حٰمٓ السَّجْدَۃ کے زمانہ نزول پر لکھی تحریر مطالعہ کی جا سکتی ہے۔ مزید تفصیلات کے لیے دیکھیے: تفسیر ابن کثیر، ج۴، ص۹۰۔۹۱۔ البدایہ والنہایہ، ج۳، ص ۶۲ (بحوالہ تفہیم)]۔

۶۸: سُوْرَۃُ حٰمٓ السَّجْدَۃ [۴۱ — ۲۴: فمن اظلم]

عتبہ نے آپ ﷺ سے جو گفتگو کی اور اُس کے جواب میں جو تقریر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی، اور آپؐ نے اُسے سنائی آیئے اُس کا مطالعہ کرتے ہیں، سید مودودیؒ تفہیم القرآن میں اس سورہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ: "اس میں ان بیہودہ باتوں کی طرف سرے سے کوئی التفات نہ کیا گیا جو اس نے نبی ﷺ سے کہی تھیں۔ اس لیے کہ جو کچھ اس نے کہا تھا وہ دراصل حضورؐ کی نیت اور آپ کی عقل پر حملہ تھا۔ اس کی ساری باتوں کے پیچھے یہ مفروضہ کام کر رہا تھا کہ حضورؐ کے نبی، اور قرآن کے وحی ہونے کا تو بہر حال کوئی امکان نہیں ہے، اب لامحالہ آپؐ کی اس دعوت کا محرک یا تو مال و دولت اور حکومت و اقتدار حاصل کرنے کا جذبہ ہے، یا پھر، معاذاللہ،

آپؐ کی عقل میں فتور آ گیا ہے۔ پہلی صورت میں وہ آپ سے سودے بازی کرنا چاہتا تھا، اور دوسری صورت میں یہ کہہ کر آپ کی توہین کر رہا تھا کہ ہم اپنے خرچ پر آپ کی دیوانگی کا علاج کرائے دیتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس طرح کی بیہودگیوں پر جب مخالفین اتر آئیں تو ایک شریف آدمی کا کام ان کا جواب دینا نہیں ہے بلکہ اس کا کام یہ ہے کہ ان کو قطعی نظر انداز کر کے اپنی جو بات کہنی ہو کہے۔

اس سورہ میں اُن اہلِ ایمان کو لازوال کام یابی کی بشارت دی گئی ہے جو مخالفتوں کے اس طوفان میں ثابت قدمی اور جماؤ دکھائیں گے اور نبی ﷺ کو ہدایت کی گئی ہے کہ مخالفین کتنی ہی اوچھی حرکتیں کریں، صبر اور وقار کے ساتھ اُن کا سامنا کیا جائے، اسی میں کام یابی کی کنجی ہے۔

پیش کش کا جواب، دعوت اور صرف دعوت!

ماحول کو پیشِ نظر رکھیے، کعبہ کے سائے میں چشمِ تصور سے نبی کریم ﷺ کے سامنے عتبہ بن ربیعہ کو بزعمِ خود بڑا زیرک اور دانا بَنا دیکھیے، اُس نے جو کچھ فضول باتیں کی ہیں اور جس طرح کائنات کے سب سے عظیم انسان کی روبرو توہین کی ہے اُس پر دل ہی دل میں ماتم کیجیے کہ یہ اُس عظیم انسان ﷺ سے محبت کا تقاضا ہے اور جس ضبط، بردباری اور حلم سے آپؐ نے اِس لایعنی گفتگو کو سنا ہے، اُس کی تحسین کے لیے آپؐ پر درود بھیجیے، ﷺ، ﷺ۔ اب آیئے اور دیکھیے کہ روح الامین اس 'عقلمند' کے لیے کیا جواب لائے ہیں؟ اللہ کے نافرمان اور حقیر بندوں نے اُس کی کتاب کی اور اُس کے رسول کی جو ناقدری کی ہے مالک الملک کی جانب سے ذرا شکوہ تو دیکھیے! شکوے کے الفاظ تو دیکھیے!

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ حٰمٓ، یہ قرآن تو رحمان و رحیم کی جانب سے بھیجا گیا ہے۔ بہ زبانِ عربی، اس کے مندرجات [آیات، ارشادات و احکامات] ضروری تفصیل کے ساتھ خوب کھول کر، اُن لوگوں کے لیے بیان کے گئے ہیں، جو جاننا چاہتے ہیں۔ یہ کتاب نیکوکار اہلِ ایمان کو دنیا اور آخرت میں کام یابیوں کی خوش خبری دینے والی اور اسی طرح منکرینِ حق کو ڈرانے والی ہے۔ یہ ساری نصیحت تو بس اُن ہی لوگوں کے لیے فایدہ مند ہے جو قبولِ حق کے لیے آمادگی رکھتے ہوں۔ مگر افسوس بستی والوں میں سے اکثر نے اس پر کوئی توجہ ہی نہیں دی، اِس سے پیٹھ پھیری اور مخالفت کی ہے۔ یہ لوگ سنتے ہی نہیں ہیں، کہتے ہیں: جس چیز کی طرف تم ہمیں دعوت دے رہے ہو، اُن کے لیے ہمارے دلوں میں

کوئی میلان ہی نہیں گویا اِن باتوں سے اثر پذیری [3] کے لیے ہمارے دل غلاف میں ہیں، اِن باتوں کے لیے ہمارے کان خود بخود بند ہیں، اور ہمارے اور تمھارے درمیان ایک ذہنی بُعد حائل ہے۔ بس ہمارا پیچھا چھوڑو، تم اپنا کام کرو [4] تمھارے اس ہنگامے کے جواب میں ہمیں جو کرنا ہے کر کے رہیں گے [5]۔ .... [مفہوم آیات ۱ تا ۵]

نبوت کے اعزاز کے ساتھ میں ایک انسان ہوں

کہا گیا کہ یہ قرآن تو تمھاری اپنی زبان، عربی میں ہے۔ کامل ترین زبان میں معبودِ حقیقی کا بھیجا ہوا، یہ کلام، جس کی رحمت ہر چیز پر سایہ کناں ہے، یہ تمھاری جہالت ہے کہ اس سے علم کی کوئی روشنی حاصل نہیں کر پاتے۔ اِن کے بر عکس اہلِ ایمان اِس کی روشنی سے فایدہ اٹھا رہے ہیں، پس خوش خبری ہے فایدہ اُٹھانے والوں کے لیے اور دردناک عذاب کی وعید ہے اس کلام پر اندھے، بہرے ہو کر گرنے والوں کے لیے، ہائے! تمھاری کم بختی کس طرح تم ہدایت سے جان چھڑانا چاہتے ہو اور گھر آئی خوش بختی کو ٹھکرا رہے ہو۔ اس شکوے کے بعد ارشاد ہو رہا ہے۔

---

۳ جیسے پانی سے بچانے کے لیے کوئی حفاظتی تہہ چڑھائی گئی ہو اس طرح کفار کی اپنے دلوں کے بارے میں خود فریبی تھی کہ قرآن کے دلائل اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی گفتگو اثر کر ہی نہیں سکتی، قرآن دل میں اُتر ہی نہیں سکتا۔ نادانوں کا کہنا یہ تھا کہ ہم تمھاری باتوں سے بے زار ہیں، کیوں ہمارا وقت ضائع کرتے ہو، کیوں اپنا وقت ضائع کرتے ہو ہمارے دل تو محفوظ ہیں!

۴ کفّارِ مکہ کی یہی ہٹ دھرمی کی باتیں تھیں، اور ہدایت سے منہ موڑ کر جاہلیت پر جماؤ تھا کہ جس کے جواب میں کچھ ہی عرصے بعد سورۃ الکافرون نازل ہوئی۔

۵ غم و غصے سے بھرے ہوئے ہوئے سینوں سے اگلتی ہوئی آواز قتل کے اُس ارادے کی طرف اشارہ کر رہی ہے جو تکبر کے مارے کفارِ مکہ کی سوچ کا اب محور بن گیا تھا، آیات نہ صرف نصیحت کر رہی ہیں، توحید پر دلائل دے رہی ہیں بلکہ ساتھ ہی، کفار کے دلوں میں اُٹھنے والے مذموم خیالات اور احساسات کا بھانڈا بھی پھوڑ رہی ہیں، شاید کہ جان سکیں کہ یہ خالقِ کائنات کا کلام ہے جو دلوں کے حال سے واقف ہے۔ آج اِن آیات کے معانی کو کھول کر بیان کرنے کی ضرورت ہے مگر جب عتبہ کے سامنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یہ آیات تلاوت کر رہے تھے دونوں جانتے تھے کہ اشارہ کس کی طرف ہے، اور مکہ میں جو بھی اسے سنتا تھا جانتا تھا کہ کیا بات ہو رہی ہے۔

- میں عذاب سے ڈرانے والا ہوں میں عذاب نہیں لا سکتا، میں تو اللہ کا بندہ ہوں، ایک انسان ہوں!
- پھر توحید کی دعوت کا اعادہ ہے اور تخلیقِ کائنات سے توحید پر استدلال ہے۔
- پھر نبیؐ کی زبانی اہلِ مکہ کو سابقہ ہلاک شدہ قوموں کے انجام سے ڈرایا جاتا ہے۔

اے نبیؐ، ان سے کہیے، میں تو تمھاری ہی مانند ایک انسان ہوں[6] اس اعزاز و سعادت کے ساتھ کہ میرے پاس اللہ کی جانب سے یہ وحی آئی ہے کہ تمھارا معبود تو بس ایک ہی معبود ہے، پس اے لوگو! مراسمِ عبودیت و فرماں برداری کے لیے اللہ ہی کے حضور یک سو رہو، اُس سے اپنے مشرکانہ طرزِ زندگی پر معافی چاہو۔ مشرکوں کے لیے تو تباہی ہے جو اللہ کی راہ میں نہ اپنا مال خرچ کرتے ہیں اور آخرت کو تو سرے سے مانتے ہی نہیں! البتہ وہ لوگ جو دائرۂ ایمان میں داخل ہوئے اور پھر نیک اعمال بھی کیے، بلاشبہ اُن کے لیے دائمی اور لازوال اجر و انعامات ہیں۔
..........[مفہوم آیات ۶ تا ۸]

اب اگلی آیات میں احساس دلایا جارہا ہے کہ ذرا سوچو تم کس ہستی کی الوہیت کا انکار کر رہے ہو، اُس ہستی کا جس نے یہ ساری کائنات تخلیق کی ہے! اس یاددہانی کے ساتھ شانِ تخلیق کا ایک مختصر تعارف بھی ہے۔

اے نبیؐ! ان سے پوچھیے کہ کیا تم اس ہستی کی الوہیت کا انکار کرتے اور دوسروں کو اُس کے برابر رُتبہ دیتے ہو، جس نے زمین کو دو دنوں میں بنایا؟ وہی سارے جہانوں کا پروردگار، خالق، مالک، حاکم ایک اِلٰہِ واحد ہے۔ اُس نے تو زمین کی تخلیق کے بعد اُس میں پہاڑ جما دیے اور زمین میں برکتیں رکھ دیں اور اس کے اندر ساری مخلوق کے لیے ہر ایک کی طلب و ضرورت کے لحاظ سے غذائی ذخیرے رکھ دیے۔ مزید دو دنوں کو ملا کر یہ سب کام چار دن میں ہوگئے۔
..........[مفہوم آیات ۹ تا ۱۰]

زمین کی تخلیق کے بعد پھر وہ آسمان کی تخلیق کی طرف متوجہ ہوا[7]، جو اُس وقت دھوئیں کی شکل میں تھا۔ پس

---

۶ قرآن کا یہ صریح بیان ہے کہ نبی ﷺ ایک انسان ہیں، غلو میں آکر آپؐ کو معبود کا مرتبہ دینا جاہلیت ہے۔

۷ یہاں اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ واضح الفاظ میں فرمارہے ہیں کہ " زمین کی تخلیق کے بعد پھر وہ آسمان کی تخلیق کی طرف متوجہ ہوا " بعض لوگ نبوت کے اس چھٹے سال نازل ہونے والے بیان کو اس سے قبل تیسرے سال کے وسط میں نازل ہونے والے اُس بیان کے منافی سمجھتے ہیں جو سورۂ نازعات کی آیات ۲۷ تا ۳۳ میں مذکور ہے جس میں پہلے آسمان کی تخلیق کا تذکرہ پھر زمین کے اندر مختلف کاموں کا۔ وَ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ ذٰلِکَ......

اُس نے آسمان اور زمین کو حکم دیا کہ ہمارے حکم کی تعمیل کرو طوعاًیا کرہاً [چاہتے ہوئے یا نہ چاہتے ہوئے] دونوں نے جواباً عرض کی کہ ہم بخوشی فرماں بردار ہیں۔ پھر اُس نے اگلے دو دنوں میں [8] سات آسمان بنادیے، اور ہر آسمان میں اس کا نظام چلنے کے لیے فرائض و قانون وحی کر دیے۔ زمین پر چھائے، سب سے نیچے والے آسمان کو ہم نے ستاروں سے سجادیا اور اسے اچھی طرح بے جا ٹوٹ پھوٹ اور دخل اندازی سے محفوظ بنا دیا۔ یہ سارا نظام ایک زبردست کاری گر اور علیم ہستی کی منصوبہ بندی سے وجود پذیر ہوا اور قایم ہے۔........ [مفہوم آیات ۹ تا ۱۲]

بستی والوں کو عاد اور ثمود کے انجام سے ڈراؤ

آگے نبی ﷺ سے کہا جارہا ہے کہ یہ لوگ اگر نہ سنیں تو مکہ والوں کو ایک ایسے عذاب سے ڈراؤ جیسا عذاب عاد او ثمود پر آیا تھا اور اہلِ مکہ اُس کی داستان سے اچھی طرح واقف تھے، یہی وہ ڈراوا یا دھمکی تھی جسے سُن کر عتبہ نے نبی ﷺ کے منہ پر ہاتھ رکھ کر درخواست کی تھی کہ منہ سے ایسے الفاظ نہ نکالیے، اور قریش سے کہا تھا کہ محمدؐ کے منہ سے نکلی بات پوری ہوتی ہے۔

آنے والی آیات میں نبی ﷺ کی زبانی قریش کو ڈرایا جارہا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم پر ایسا عذاب ٹوٹ پڑے

دَحٰهَا........ مَرْعٰهَا........ اَرْسٰهَا [تفصیل کے لیے سورہ نازعات کا مطالعہ فرمائیے، اِس کتاب کی جلد اوّل طبع دوم کے صفحہ ۱۵۵ پر ملاحظہ ہو مفہوم آیات ۲۷ تا ۳۳] وہاں کہیں یہ نہیں کہا گیا کہ والارض بعد ذلک خلقھا۔ سوچنے کی بات ہے جہاں انتہائی زیرک عربوں کا ایک طائفہ آپ کی ایک ایک بات پکڑنے پر لگا تھا، جہاں یہود و نصاریٰ قرآن کا تجزیہ کرکے اس میں غلطیوں کی تلاش میں قریش کی مدد کو موجود تھے، عین موقع پر اُس وقت کسی نے نہیں کہا کہ تین سال قبل کیا کہا تھا اور اب کیا کہا جارہا ہے؟ یہاں کہنے کی آخری بات یہ ہے کہ تھوڑی سی عقل والا اِن دونوں سورتوں کے بیانات کو پڑھنے کے بعد جان سکتا ہے کہ زمین پہلے پیدا کی گئی، پھر آسمان اور پھر زمین و آسمان کی تزئن و آرایش ہوئی۔

۸ یوں اس ساری تخلیقِ کائنات میں کل چھ دن لگے، دو دن اس زمین کی تخلیق میں، دو دن پہاڑوں سمیت مختلف چیزیں اور خواص زمین کو ودیعت کرنے میں اور پھر آخری دو دن آسمانوں کی تخلیق و تزئین میں۔ یہ ایک واقعے کا بیان ہے نہ کہ اللہ کی قدرت کی کمیت کا، اُس کی قدرت تو لامتناہی ہے، وہ چاہتا تو آنِ واحد میں یہ سارے کام کر دیتا۔ ایک اور بات جو یہاں نوٹ کرنے کی ہے وہ یہ کہ یہ چھ دن اللہ کے یہاں کے چھ دن ہیں، ۲۴ گھنٹے والا زمینی دن نہیں ہے، اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ کتنا طویل تھا۔

جیسا عاد اور ثمود پر ٹوٹا تھا۔ جیسا کہ اس باب میں پہلے بتایا گیا کہ ان آیات کو سن کر عتبہ نے بے اختیار آپ ﷺ کے منہ پر ہاتھ رکھ کے کہا تھا "اللہ کے لیے اپنی قوم پر رحم کرو"!

۱۴ویں آیت میں قریش کا یہ مطالبہ نقل کیا گیا ہے کہ کوئی فرشتہ نبی بنا کر کیوں نہ بھیجا گیا۔ یہ شبہ تمام کافر اقوام میں نسل در نسل چلتا چلا آرہا ہے۔ جب کہ عقل اس بات کو قبول نہیں کرتی کہ رسول ہونے کے لیے فرشتہ ہونا ضروری ہو۔ رسالت کی شرط تو صرف یہ ہے کہ رسول ایسی چیز پیش کرے جو اس کی صداقت کی دلیل ہو۔ قریش کے لیے یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ دلائلِ عقلی یا نقلی کی بنیاد پر محمد ﷺ کی دعوت کو جھٹلا سکیں۔

اے محمدؐ! اس نصیحت کے باوجود یہ لوگ اگر نہ سنیں تو بستی والوں کو ڈراؤ: مبادا کہ ایسا ہو کہ اِن پر اچانک مسلّط ہو جانے والا ایک ایسا کڑک دار عذاب ٹوٹ پڑے جیسا عاد اور ثمود پر ٹوٹا تھا۔ جب اُن کے پاس ایک کے بعد ایک، اللہ کے رسول پیہم یہ دعوت لے کر آئے کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو تو انھوں نے بھی تمھاری بستی والوں کی مانند فضول اور لایعنی باتیں کیں اور کہا: ہمارا رب ہمیں ہدایت دینا چاہتا تو فرشتے بھیجتا تاکہ ہم پر حجت تمام ہو اور ہم انکار نہ کر پاتے، لہٰذا ہم اس بات کو نہیں مانتے جس کے لیے تم بھیجے گئے ہو۔ .... [مفہوم آیات ۱۳ تا ۱۴]

اگلی آیات میں عاد کے اوپر آنے والے عذاب کا تذکرہ ہے، جس میں شدید سردی کے چند منحوس دنوں میں اُن پر سخت آندھی آگئی، جس میں بجلی کی کڑک کی مانند سخت ہول ناک آواز تھی۔

عاد کا قصّہ یہ تھا کہ وہ زمین میں اپنے عالی شان تمدن اور طاقت کے زُعم میں کسی حق کے بغیر اپنی بڑائی کی غلط فہمی میں مبتلا ہو کر کہنے لگے: ہم سے زیادہ زور آور کون ہے؟ کیا اتنی بھی عقل اُن کو نہ آئی کہ جانتے: جس خالق و مالک نے ان کو پیدا کیا ہے وہ اُن سے یقیناً زیادہ زور آور ہے۔ وہ پیغمبروں کی نافرمانی اور ہماری نشانیوں کا انکار ہی کرتے رہے، آخر کار ہم نے چند منحوس دنوں میں ان پر سخت آندھی بھیج دی تاکہ انھیں دنیا ہی کی زندگی میں ذلت و رسوائی کے عذاب کا مزا چکھا دیں، اور آخرت کا عذاب تو اس سے کہیں زیادہ رُسوا کن ہو گا، جہاں ان کی نصرت کو کوئی نہ آئے گا۔ .... [مفہوم آیات ۱۵ تا ۱۶]

ثمود کے باب میں بصارت کا خصوصی ذکر کیا گیا کیوں کہ پوری قوم نے اپنے سر کی آنکھوں سے معجزے کو دیکھا تھا اور اُس کے بعد بھی اُنھوں نے صالح علیہ السلام کو جھٹلایا گویا اپنے مشاہدے کا، خود اپنی بصارت کا اعتبار نہ کیا تو ظاہر ہے انھوں نے اندھے پن کو اپنے لیے پسند کیا۔

اور ثمود کا معاملہ یہ ہے کہ ہم نے اُن کی بصارت کو سیدھی راہ کی جانب ہدایت دی، مگر انھوں نے نابینا بننا پسند کیا۔ انجامِ کار نافرمانی کی بدولت ذِلّت کے کڑک دار عذاب نے آدبوچا۔ اور ہم نے اہلِ ایمان کو جو گم راہی وبد عملی سے پرہیز کرنے والے تھے نجات دی۔........................[مفہوم آیات ۷ تا۱۸]

میدانِ حشر میں جسم کے اعضا کی گناہوں پر گواہی

نبی ﷺ کی مخالفت پر کمربستہ، اللہ سے باغی، دنیا میں مگن، آخرت کے انکاریوں کو جو جھوٹے معبودوں کے دھوکے میں گرفتار ہیں عاد اور ثمود پر عذاب کی داستان کے ذریعے دنیا میں برے انجام سے عبرت دلانے کے بعد احساس دلایا جارہا ہے کہ بات صرف دنیا کے عذاب پر ختم نہیں ہو گی، موت زندگی کے صرف ایک مرحلے [phase] کا خاتمہ ہے، کہانی ختم نہیں ہوگئی اب بعد از موت زندگی کے دیگر مراحل باقی ہیں جن کا تذکرہ ہے، جن سے انذار ہے ـــــ قیامت کے ہول ناک منظر سے ڈرایا جارہا ہے، شاید کہ لوگ مرنے سے قبل اپنی اصلاح کر لیں اور صحیح رویہ اختیار کریں۔

اس ڈراوے میں جس بات پر زور ہے وہ یہ ہے کہ گناہ میں استعمال ہونے والا گنہگاروں کا ایک، ایک عضو اُن کے خلاف گناہ میں استعمال کیے جانے پر گواہی دے گا[9]، تو وہ لاچارگی، حیرت اور غصے کے ساتھ اپنے اعضا سے سخت ناراض ومایوس ہوں گے، جس کے جواب میں اعضا اپنی اِس بے وفائی کی وجہ یوں بیان کریں گے: گویائی عطا کرنے والے نے ہم کو یہ گویائی عطا ہی اس لیے کی ہے کہ ہم یہ گواہی دیں، پس ہمارے لیے اس سے انکار ممکن نہیں ہے۔

اور ذرا وہ منظر تو چشمِ تصوّر میں لاؤ جب اللہ کے یہ دشمن نارِ جہنم کی جانب گھیر لائے جائیں گے۔ یہاں اِن کی، کرتوتوں کے اعتبار سے درجہ بندی[10] ہو گی اور جب سارے کے سارے جمع ہو جائیں گے تو ان کے جسم کے اعضا: کان، آنکھیں اور حد یہ کہ ان کے جسم کا رونگٹا رونگٹا گواہی دے گا کہ وہ دنیا میں کیا کچھ کرتے رہے ہیں۔ وہ اپنے ہی جسم کی کھالوں سے شکوہ کریں گے: تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی؟ وہ جواب دیں گی کہ ہمیں اُسی اللہ نے زبان بخش دی ہے جس نے ہر بولنے والے کو گویائی کا ہنر عطا کیا ہے۔ اسی حیص بیص کے درمیان جہنم کی وسعتوں سے ایک صدا بلند ہوگی کہ جس نے تم کو پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا اب اُسی کی طرف تم واپس لائے گئے ہو! سوچو تم تو اس

۹ یوں گویا قاتل سارے ثبوتوں کے ساتھ بمع آلہ قتل کے اور اپنے مددگاروں کے درپیشِ عدالت ہے۔
۱۰ تاکہ حسبِ گناہ وجرائم، ایک سے ایک ہول ناک دوزخوں میں سے کوئی مناسب دوزخ حصے میں آئے۔

کے انکاری تھے"!...[مفہوم آیت ۱۹تا۲۱]

آج دنیا میں دینِ حق کی اس بے باکی سے مخالفت کرنے والے انسان، جب مالک الملک اور مالکِ یومُ الدّین کے سامنے پیش ہوں گے تو کہا جائے گا: اے لوگو! جو بے خوفی کے ساتھ بغاوت پر آمادہ رہے، دُنیا میں زندگی بسر کرنے کے امتحان کی خاطر جو جسم اور جسم کے اعضا تمھیں دیے گئے تھے، تمھارا خیال تھا کہ تمھارے اپنے ہیں، تم سوچ بھی نہیں سکتے کہ قیامت کے دن یہ اعضا، تمھارے گناہوں پر روزِ جزا کے مالک کے سامنے گواہی دیں گے! یہ تو اللہ کی سلطنت میں خبر گیری پر متعین سلطانی گواہ ہیں!

گناہ آلود زندگی گزارتے ہوئے دنیا میں کبھی تم نے سوچا تک نہ تھا کہ ایک دن آئے گا جب تمھارے اپنے کان یا تمھاری آنکھیں یا تمھاری اپنی ہی کھالیں تمھارے خلاف گناہوں میں ملوث ہونے پر گواہی دیں گی۔ بلکہ ستم تو یہ تھا کہ تم نے اللہ تک کے بارے میں یہ گمان کیا کہ وہ اُن بہت سی باتوں کو

نہیں جانتا، جو تم کرتے ہو۔ تمھارا اپنے رب کے بارے میں یہی وہ غلط گمان ہے جس نے آج تمھیں یہ افسوس ناک دِن دکھایا اور جہنم زار کے اس مقام پر لا کھڑا کیا ہے کہ جہاں تم سراسر خسارے میں ہو۔[مفہوم آیات ۲۲تا۲۳]

دوزخ میں مجرمین ایک دوسرے کے جانی دشمن ہوں گے

یہ بات بھی ایک، ایک فردِ انسانی کو مخاطب کرکے کہی جارہی ہے کہ وہ انسان بڑا ہی بدقسمت ہے جو برے دوستوں اور آخرت سے غافل ہم نشینوں میں پھنس جائے جو اُسے اللہ سے بغاوت اور دنیا میں مستیوں کو خوش نما بنا کر دکھائیں لہٰذا اپنے ارد گرد کے لوگوں سے نہیں بلکہ اپنے ضمیر سے پوچھو کہ حق کیا ہے، یہ تمھارے بُرے ہم نشین تو دوزخ کا ایندھن ہیں، دنیا میں غلط روش اور حق کی مخالفت پر پر اتفاق کی بنا پر قیامت کے روز تم ایک دوسرے کو چاہو گے کہ پاؤں تلے روند دو۔

وہاں سے نکل بھاگنے کا کوئی موقع نہ ہوگا، معافی اور اللہ کی طرف پلٹنے کے تو سارے مواقع دنیا کی زندگی میں موت کے ساتھ ختم ہو گئے۔ آج جو ڈھٹائی اور بے خوفی کے ساتھ اللہ کے رسول اور اُن کے ساتھیوں کا راستا روکے

۱۱ یہ محض مستقبل[آخرت] کے ایک واقعے کا تذکرہ ہی نہیں بلکہ زندگی بعد موت پر استدلال بھی ہے، قرآن کے طریقہ تعلیم اور انذار کا یہ ایک طور ہے۔

کھڑے ہیں، وہاں وہ عتابِ الٰہی کا ازالہ چاہتے ہوئے درخواست کریں گے کہ اُنھیں دنیا میں دوبارہ بھیجا جائے تاکہ وہ نئے سرے سے عمل کر کے، اللہ کا کلمہ بلند کرنے والوں کے ساتھ کھڑے ہو کر دکھائیں، مگر وقت گزر چکا ہو گا!

پس اگر اس حالت پر وہ صبر کریں یا نہ کریں، ہر دو صورتوں میں دوزخ کی آگ ہی ان کا ٹھکانا ہے، اب اگر رجوع یا معافی تلافی کا موقع چاہیں گے تو ہر گز اُس کا کوئی موقع نہیں دیا جائے گا۔ ہم نے ان پر بُرے ساتھی مسلّط کر دیے تو انھوں نے اُن کے آگے اور پیچھے کی ہر چیز کو خوش نما بنا دکھایا۔ بالآخر اُن پر بھی وہی عذاب کا فیصلہ چسپاں ہوا جو ان سے پہلے جِنوں اور انسانوں کے ایسے ہی گروہوں پر چسپاں ہو چکا تھا، یقیناً وہ ناکام و نامراد ہونے والے بنے۔ [مفہوم آیات ۲۴ تا ۲۵]

اے نبیؐ! تمھاری دعوت کے انکاری کہتے ہیں: اس قرآن کو نہ سنو، التفات تک نہ کرو اور جب بھی اللہ کا نبی یا اُس کے ساتھی یہ سنائیں تو خوب شور مچاؤ اور اس ہڑبونگ سے اِن کی دعوت کی تحریک کو ناکام کر دو۔ پس ہم ضرور بالضرور ان کافروں کو شدید عذاب کا مزا چکھائیں گے اور جس طرح کی بُری

حرکات [12] یہ کر رہے ہیں اُن کا بدترین بدلہ انھیں دے کر رہیں گے۔ یہ آتشِ دوزخ، اللہ کے دشمنوں کو بڑی ہی سزاوار ہے، جو ابدالآباد ان کا ٹھکانہ ہو گی، یوں یہ نابکار، ہماری آیتوں کے انکاری اپنے انجامِ بد کو پہنچیں گے اور پھر وہاں یہ کافر کہیں گے: اے ہمارے رب! ذرا اُن جِنوں اور انسانوں کو ہمیں دکھا دے جنھوں نے ہمیں گم راہ کیا تھا تاکہ اچھی طرح ذلیل و خوار کرنے کے لیے ہم اُنھیں پاؤں تلے روندیں [13]۔ ....[مفہوم آیات ۲۸ تا ۲۹]

شہر مکہ میں جاری اس کانٹے کے مقابلے میں کفار کو نصیحت کرنے اور ڈرانے کے بعد اب روئے سخن مومنین کی طرف ہے کہ ایک دفعہ اللہ کو اپنا رب مان کر صحیح عقیدے پر مضبوطی کے ساتھ جم جاؤ، ملائکہ دنیا سے آخرت تک تمھارا ساتھ دیں گے۔ جوں ہی موت آنا شروع ہو گی اور غیب شہود ہو گا یعنی بہ وقتِ موت فرشتے نظر آئیں گے، تم پر انعامات اور تکریم کی بارش شروع ہو جائے گی، فرشتے ثابت قدمی پر اُن کی تحسین کریں گے۔

---

۱۲ بُری حرکات سے مراد کفر اور معاصی ہیں اور یہ ان کے بدترین اعمال ہیں، یہ عذاب کی سزا اُن کے شرک کی جزا ہے۔

۱۳ یہ آیتِ کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ جہنمی ایک دوسرے کے خلاف سخت بغض و عناد رکھیں گے، خواہ وہ باپ بیٹے ہی کیوں نہ ہوں، وہ ایک دوسرے سے بے زاری کا اظہار کریں گے۔

وادی بطحا میں برپا حق و باطل کی اِس کش مکش کے دوران، ان کافروں کے مقابلے میں ایک دوسرا گروہ اہلِ ایمان کا ہے، جنھوں نے نبیؐ کی تصدیق کی اور برملا، بلاخوفِ لومۃ لائم کہا کہ اللہ ہمارا رب ہے اور پھر وہ اپنے اس قول پر اور اس قول کے تقاضوں پر ثابت قدم رہے 14، بے شک اُن لوگوں پر جاں کنی کے موقع پر نہایت عزت و اکرام والے فرشتے نازل ہوتے ہیں اور ان کو یوں خوش خبری دیتے ہیں: نہ ڈرو اور نہ غم کرو، اُس جنت کی خوش خبری قبول کرو جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ ہم اس دنیا کی زندگی میں جو آج ختم ہو رہی ہے، یہاں بھی تمھارے ساتھ تھے اور اب آخرت کی زندگی میں بھی تمھارے ساتھی رہیں گے۔ تم لوگوں کو ربِّ غفور اور رحیم کی جانب سے سامان ضیافت کے طور پر جنت میں ہر وہ چیز ملے گی جس کو تمھارا دل چاہے گا۔............. [مفہوم آیات ۳۰ تا ۳۲]

دعوت الی اللہ

اگلی آیات میں باطل کے مقابلے میں استقامت کے ساتھ حق کی دعوت دینے والے نبی ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کی تحسین فرمائی جا رہی ہے، سیرت النبی ﷺ کا اور اُس کے ساتھ نازل ہونے والے قرآنِ کریم کا مطالعہ کرنے والوں کی نظر سے یہ بات پوشیدہ نہیں رہ سکتی کہ آپ ﷺ اور آپ کے رفقائے گرامی محض چند اعمالِ صالحہ اور چند عبادات اور رسومات کی تبلیغ نہیں کر رہے تھے، یہ مکے کے پورے نظامِ زندگی کو تبدیل کرنے ،کفّار کی قیادت کو بدلنے اور ہر طرح کے شرک اور غیر اللہ کی بندگی کو چھوڑ کر، پورے کے پورے دینِ اسلام میں داخل ہونے کی دعوت تھی۔ اِن امور کے لیے یہ دعوت احسن طریقے سے مباحثہ و مجادلہ کی دعوت، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر مشتمل ہے۔ نظری طور پر مسلمانوں کے ایک بگڑے ہوئے معاشرے میں جو فسق و فجور میں مبتلا ہونے کے ساتھ شرک و بدعات سے بھی آلودہ ہو وہاں کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ سے علم و ہدایت کے حصول کی ترغیب دینا اور ہر احسن طریقے سے زندگی کے تمام شعبوں میں اسلام کو غالب کرنے کی جدوجہد کرنا دعوت الی اللہ کے زمرے میں آتا ہے۔

شیطان کی چالوں کا مقابلہ

نبی ﷺ اور آپ کے رفقا کو تسلی دی جا رہی ہے کہ کٹھن ماحول میں جہاں دعوتِ حق کا بیج نمو نہیں پا رہا،

۱۴ انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قد قالھا الناس ثم کفر اکثرھم، فمن مات علیھا فھو ممن استقام: بہت سے لوگوں نے اللہ کو اپنا رب کہا، مگر ان میں سے اکثر کافر ہو گئے۔ ثابت قدم وہ شخص ہے جو مرتے دم تک اسی عقیدے پر جما رہا (ابن جریر، نسائی ابن ابی حاتم، بحوالہ تفہیم القرآن)۔

خاطر جمع رکھو، برائی کے جواب میں نیکی کرو، شیطان بھڑکائے، شر کو آراستہ کر کے اور خیر کو بد نما کر کے پیش کرے یا اللہ کے کسی حکم کی اطاعت میں خدشات سامنے لائے تو اللہ سے پناہ مانگو! کیوں کہ اللہ آپ کی مخلصانہ کوششوں سے واقف ہے اور عاجزانہ دعاؤں کو سُنتا ہے۔

اور اُس سے بڑھ کر کس شخص کی بات اچھی ہو گی، جو اللہ کی طرف بلائے، نیک عمل کرے اور کہے کہ میں مسلمانوں [16] میں سے ہوں۔ اے نبی، بھلائی اور بُرائی برابر نہیں ہیں، تمھارے ساتھ جو بُرائی کریں، اُن کے ساتھ اعلیٰ درجے کی نیکی کر کے اُن کی بُرائی کو دفع کرو، یوں تم دیکھو گے کہ وہی بُرائی کرنے والا تمھارا مخالف دشمن تمھارا گہرا دوست بن گیا ہے [15]۔ یہ نیک خصلت اختیار کرنی آسان نہیں

ہوتی مگر ان لوگوں کے لیے جو صبر کے خوگر ہوں، اور نیکی کا یہ مقام بڑے نصیبے والوں کو ہی حاصل ہو پاتا ہے اور نیکی کے اس مقام کو پانے کی راہ میں، اگر تم شیطان کی جانب سے کوئی وسوسہ محسوس کرو تو اللہ کی پناہ مانگ لو، بے شک حقیقی سننے اور جاننے والا وہی ہے۔ .... [مفہوم آیات ۳۳ تا ۳۶]

توحید اور آخرت پر ایمان کی دعوت

روئے سخن اب کفار کی جانب پھر جاتا ہے، فرمایا جا رہا ہے کہ کبریائی تو صرف اللہ کے لیے ہے، کبر کے مارے منکرین اگر نہیں پلٹتے تو کیا غم کہ فرشتے اللہ کی تسبیح کے لیے کافی ہیں، اللہ جس طرح مُردہ زمین کو زندگی بخشتا ہے، اُسی طرح یومِ قیامت مُردوں کو بھی زندہ کر اُٹھائے گا، اور اگر اہلِ ایمان دعوت کا حق ادا کر دیں تو کیا عجب کہ کفرستان میں ایمان کی فصل لہلہا اُٹھے۔

یہ رات اور دن کا آنا جانا اور سورج اور چاند کا طلوع و غروب ہونا اللہ کی خلّاقیت اور اُس کے وجود پر خود ایک گواہی ہے، پس اے لوگو! سورج اور چاند کو سجدہ نہ کرو بلکہ اس الٰہ واحد کو سجدہ کرو جس نے انھیں پیدا کیا ہے اگر

---

۱۵ اللہ کے آگے سرِ تسلیم خم کرنے والوں میں سے ہوں، اُس کا یہ اعلان اُس کے عمل میں نظر آتا ہو۔ وہ لوگ جو ڈھٹائی اور اصرار کے ساتھ تادمِ مرگ اللہ کے بجائے نفس کے بندے بن کر زندگی گزارتے ہیں، صرف اس وجہ سے کہ مسلمان ماں باپ کے یہاں پیدا ہو گئے تھے، اللہ سے یہ پوشیدہ نہ رکھ سکیں گے کہ وہ کس کے بندے تھے؛ خواہ اُن کے نام مسلمان رائے دہندگان کی فہرست میں لکھے جاتے ہوں اور نکاح اور نمازِ جنازہ اُن کی مسلمانوں کے رواج کے مطابق ہوئی ہو۔ ہم اُنھیں کچھ نہیں کہہ سکتے، مگر اللہ اچھی طرح جانتا ہے کہ وہ کون ہیں۔

تم خالقِ حقیقی کی عبادت کرنے والے ہو۔اے نبیؐ، اگر یہ تمھارے مخاطبین غرور میں آکر اللہ کی طرف نہ پلٹیں تو ذرا بھی پروا نہیں، وہ جو مقرب فرشتے تیرے رب کے پاس ہیں، وہ شب و روز اس کی تسبیح[16] میں مشغول ہیں اور نہ تھکنے والے ہیں۔ رات، دن اور چاند، سورج سے ماسوا یہ زمین بھی اللہ کی خلاقیت اور آخرت کے وجوب کی نشانی ہے۔ بارش سے قبل تم دیکھتے ہو زمین بالکل بے جان اور بنجر نظر آتی ہے، پھر جوں ہی ہم اس پر بارش برساتے ہیں، یکایک وہ شاداب ہو کر اُبھرنے لگتی ہے۔ یقیناً جو ہستی اس مُردہ زمین کو زندگی بخشتی ہے وہ قبروں سے مُردہ انسانوں کو بھی دوبارہ زندہ کر اُٹھانے پر بھی قادر ہے۔ یقیناً وہ ہر کام کی قدرت رکھتا ہے۔.......... [مفہوم آیات ۳۷ تا ۳۹]

ملحدین سے خطاب

اب روئے سخن عام کفار سے ہٹ کر ائمۃ الکفر کی جانب مڑ رہا ہے جو اس کتاب میں الحاد کے درپے ہیں [اِنَّ الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا]۔ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں الحاد سے مراد ہے کہ اُن کو کسی بھی لحاظ سے حق و صواب سے ہٹا دیا جائے یا اُن کو ایسے معانی پہنائے جائیں جو اللہ کی مراد نہیں ہیں؛ یہ ملحدین جان لیں کہ یہ کلام مجید خالق و مالک کی جانب سے ہے، جاہلیت اس کے دلائل کو نہ رد کر سکتی ہے اور نہ ہی تاویلوں اور لفّاظی سے تا قیامت معانی بدل سکتی ہے[17]۔ اللہ تعالیٰ نے کتابُ اللہ میں تحریف کرنے والوں کو عذابِ دوزخ کی وعید سُنائی ہے۔

جو ہماری اس کتاب کے مندرجات [آیات] کو بدنیتی سے غلط معانی پہناتے ہیں وہ لوگ اور اُن کی کارگزاریاں ہم سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ خود ہی سوچ لو کہ کون شخص بہتر ہے، وہ جو آگ میں ڈالا جانے والا ہے یا وہ جو قیامت کے روز سایۂ امن میں ٹھہرایا جائے گا؟[18] اے منکرینِ حق! رسولؐ کی اس دعوتِ توحید کے مقابلے میں تم جو چاہو سو کر گزرو، تمھاری ساری حرکتوں کو اللہ اچھی طرح دیکھ رہا ہے۔ ان منکرین کا معاملہ یہ ہے کہ ان لوگوں

---

۱۶ ہر شرک سے پاک ہونے کا اعلان۔

۱۷ خواہ جاہلیت کتنے ہی سلمان رُشدی جیسے نسلی مسلمان جمع کر کے کتنی ہی شیطانی الہامات satanic verses وضع کر لیں۔ جاہلی ممالک کی پناہ سے نکل کر ایک روز تو اللہ کی بارگاہ میں سب کو جانا ہے۔

۱۸ سایہ امن میں ٹھہرانے کا کلیہ قرآن میں دوسری جگہ یوں بیان ہوا ہے کہ: اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ۔ [الأنعام: ۸۲] جو لوگ ایمان لائیں اور اپنے ایمان کو ظلم (شرک) سے آلودہ نہ کریں، اُن ہی کے لیے امن ہے اور وہی ہدایت یاب ہیں۔ ﴿اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ﴾ [لقمان: ۱۳]

کے سامنے جب نصیحت والا قرآن پیش کیا گیا تو انھوں نے اس کو ماننے سے انکار کر دیا، نادان نہیں جانتے کہ در حقیقت یہ ایک زبردست انقلاب آفریں کتاب ہے؛ جاہلیت اس کے دلائل کو نہ روبرو چیلنج کر سکتی ہے اور نہ ہی تحریف کے ذریعے اس کو توڑ مروڑ سکتی ہے، یہ سارے جہانوں اور مخلوقات کے خالق، ساری تعریفوں کے سزاوار، حکمت والی ہستی کی نازل کردہ دستاویز ہے۔.......................[مفہوم آیات ۴۰ تا ۴۲]

یہ قرآن عربی میں ہے

اب نبی ﷺ کی جانب روئے سخن ہے کہ یہ قرآن تمھاری اپنی زبان میں ہے، اِن کے استہزا پر اگر یہ عجمی زبان میں ہوتا تو اِن کو باتیں بنانے کا اور موقع ملتا۔ اس سے قبل جتنے بھی نبی آئے اُن پر وحی اُن ہی کی زبانوں میں آتی رہی تھی[19]۔ یہ قرآن انسانی معاشروں کے لیے راہِ ہدایت اور اُن کے معاشرتی ومعاشی اور ہر طرح کے فسادات [اخلاقی وروحانی امراض] کے لیے شفا ہے۔

اے نبیؐ، یہ مخالفین اور منکرین جو، جو باتیں تمھارے اور تمھاری دعوت توحید کے بارے میں بنا رہے ہیں ان میں سے کوئی ایک بات بھی ایسی نہیں ہے جو تم سے پہلے گزرے ہوئے رسولوں کے سامنے منکرینِ حق پہلے نہ بنا چکے ہوں۔ بے شک تمھارا رب بڑی مغفرت والا بھی ہے اور بہت دردناک سزا دینے والا بھی ہے، اگر ہم اس قرآن کو عربی کے بجائے کسی عجمی زبان میں نازل کرتے تو یہی تمھارے ناقدین جو اس کے عربی ہونے پر طعنہ زن ہیں کہتے: واہ وا! کیا عجیب عجمی بات ہے، جو سمجھ نہیں آتی، کیوں نہ اس کی آیات آسان سمجھ آنے والی زبان میں بیان کی گئیں؟ مذاق اڑاتے کہ عربی مخاطبین سے عجمی زبان میں کلام! اِن ناقدینِ سے کہیے کہ یہ قرآن ایمان کی قدر اور طلب رکھنے والوں کے لیے تو ہدایت اور شفا ہے، مگر جو ناقدرے ہیں اور ایمان نہیں لانے والے، اُن کے کانوں کو بہرا کرنے والا اور آنکھوں کی بینائی سلب کرنے والا نسخہِ خاص ہے! اے نبیؐ، اِن معترضین کا حال تو ایسا ہے جیسے ان کو دور سے پکارا جا رہا ہو [اِن کو کچھ سُنائی نہیں دیتا، اِن کے کانوں تک گویا کوئی آواز نہیں پہنچتی]۔ .....[مفہوم آیات ۴۳ تا ۴۴]

---

۱۹ سابقہ کتب عجمی [عبرانی وغیرہ] زبان میں ہیں۔ اہلِ کتاب کے ہاں اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنہ اور بہت سی دینی اصطلاحات دوسری زبانوں میں ہیں، مسلمانوں کو اس بات کا حق نہیں پہنچتا کہ اُن اصطلاحات کو اور اسمائے حسنہ کو [نعوذ باللہ] ناپسندیدہ گردانیں، ہمارا اصل کام اسلام کی دعوت دے کر لوگوں کو اسلام کے قریب لانا ہے جب لوگ اسلام کے قریب آجائیں گے تو عربی زبان کی دینی اصطلاحات خود بخود اپنا لیں گے۔

کہا جارہا ہے کہ اے نبیؐ مایوس و دل شکستہ نہ ہونا، تم سے پہلے جو بھی نبی آئے، منکرینِ حق نے اسی طرح کی باتیں بنائیں تھیں، اگر یہ ہدایت پر آتے ہیں تو اپنا بھلا کرتے ہیں، نہیں آتے تو تمھارا کیا نقصان!

اے محمدؐ، جس طرح تمھیں کتاب سے نوازا گیا ہے، اسی طرح ہم نے پہلے موسیٰؑ کو بھی کتاب دی تھی اور اس کی قوم نے بھی اسی طرح کی باتیں بنائیں اور اختلاف کیا تھا۔ اگر تیرے رب کی طرف سے غور و فکر اور اتمامِ حجت کے لیے پہلے ہی سے ایک مہلت نہ طے ہو چکی ہوتی، توان اختلاف کرنے والوں کو ٹھکانے لگادیا گیا ہوتا[20] اور اصل بات جسے یہ اپنے انکار اور استہزا کے پردوں میں چھپاتے ہیں کہ یہ لوگ اس کتاب کی صداقت کے بارے میں شدید تذبذب اور سخت اضطراب انگیز شک میں پڑے ہوئے ہیں [اِن کا یہ صاف انکار محض سطحی ہے اور نفسِ امّارہ کے غلبے کا نتیجہ ہے]۔ جو شخص بھی نیک عمل کرے گا اپنے ہی لیے بہتر کرے گا، اور جو بدی کرے گا اس کا وبال بھی بس اُسی پر ہوگا[21]، اور تیرا رب اپنے ناتواں بندوں کے حق میں ظالم نہیں ہے۔ .... [مفہوم آیات ۴۵ تا ۴۶]

قیامت کا علم صرف اور صرف اللہ کے پاس ہے

اللہ کا علم بے پایاں ہے، قیامت کا علم تو اُس نے صرف اپنے ہی پاس رکھا ہے، کسی نبی کو بھی اُس کی خبر نہیں۔ اس بات کو صاف کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ اس دنیا میں مشرکین ایک حقیقی داتا، دستگیر اور مشکل کشا کو چھوڑ کر جس جس کے اسیر ہیں، وہ سب ان سے بے زاری کا اظہار کریں گے گے، اِن کے جھوٹے معبود کوئی حاجت روائی اور شفاعت نہ کر سکیں گے۔ اُس روز اللہ تعالیٰ پکارے گا کہاں ہیں میرے وہ شریک جن کی عبادت واطاعت ہوتی تھی؟ جن کی بنا پر تم جھگڑتے تھے اور رسولوں سے عداوت رکھتے تھے؟ مشرکین اُس روز اپنے خود ساختہ معبودوں کی الوہیت کے بطلان کا اقرار کر لیں گے۔

---

۲۰ اہلِ مکہ کی جانب سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس تکذیب کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کا عذاب اس لیے نہیں آرہا ہے کہ اتمام حجت کے لیے ایک وقت طے ہے اور یہ بھی کہ بعض معاملات کے طے ہونے کا دن تو یوم القیامہ ہے۔

۲۱ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَ مَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ؕ وَ مَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ، قرآن اس بات کو صراحت سے بیان کرتا ہے کہ ہر جان اپنا بوجھ خود اُٹھائے گی، اپنا بوجھ، اپنے گناہ ہم کسی دوسرے کو منتقل نہیں کر سکتے، اور نہ ہی کوئی دوسرا اتنا طاقت ور ہے کہ دوزخ کے دروازے پر کھڑا ہو جائے اور اپنے عقیدت مندوں کو اُس میں جانے سے روک سکے۔ یوں کسی کے کھاتے سے کسی طرح کے اعمال دوسرے فرد کے کھاتے میں منتقل نہیں ہو سکتے۔ وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى (النجم ۳۹)

اور قیامت کی تاریخ اور وقت کا معاملہ تو اللہ ہی کے دائرہِ علم واختیار کا ہے، کوئی میوہ ہو یا پھل اپنے غلاف سے باہر نہیں نکلتا اور نہ کسی خاتون کو حمل ٹھہرتا ہے اور نہ ہی وہ کوئی بچہ جنتی ہے مگر اُسی ایک ذات کے علم اور منصوبے کے مطابق، کیسا عظیم ہے وہ علیم وخبیر۔ پھر جب حسبِ وعدہ قیامت کا دن آئے گا تو وہی علیم وخبیر پکارے گا کہ کہاں ہیں میرے وہ شریک جن کی عبادت واطاعت ہوتی تھی؟ تو یہی مشرکین کہیں گے: ہم نے تجھ سے عرض کر دیا کہ آج ہم میں سے کوئی بھی اُن خود ساختہ جھوٹے معبودوں [۲۲] پر یقین رکھنے والا [اُن کی حقانیت کی گواہی دینے والا] نہیں ہے۔ اس وقت وہ سارے الٰہانِ باطل جن سے یہ پہلے دعائیں مانگتے اور جن کو حاجت روائی کے لیے پکارتے تھے، اُنہیں کہیں دکھائی نہیں دیں گے۔ جب یہ وقت آجائے گا تو پھر لوگ جان لیں گے کہ اب اُن جیسے مشرکین کے لیے کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔..[مفہوم آیات ۴۷ تا ۴۸]

انسان بڑا ناشکرا ہے

انسان بڑا ناشکرا ہے، مصیبت میں اور اُس سے نجات کے بعد کے رویّوں کی ایک تصویر دیکھیے!

اور انسان کا بھی کیا معاملہ ہے کہ بھلائی کی دعائیں مانگتے نہیں تھکتا [۲۳] اور اگر اُس پر بیماری فقر یا کوئی اور مصیبت آ جاتی ہے تو اللہ کی رحمت سے مایوس و دل شکستہ ہو جاتا ہے، اور پھر جوں ہی مصیبت ٹلتی ہے اور ہم اُسے اپنی رحمت کا مزا چکھاتے ہیں تو شکر کے بجائے سرکشی سے کہتا ہے کہ میں اسی انعام کا مستحق ہوں اور میں قیامت کے آنے کا کوئی گمان نہیں رکھتا، اور اگر بالفرض میں اپنے رب کی طرف پلٹایا گیا تو وہاں بھی ایسے ہی مزے کروں گا۔ پس دنیا میں ایسے کافروں نے جو کچھ کیا، ہم لازماً آخرت میں اُن کے کرتوتوں سے اُنھیں آگاہ کر کے رہیں گے۔ اور انھیں ہم ایک سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔ اور انسان پر جب ہم اپنا فضل کرتے ہیں تو وہ ناشکرا بنا، منہ پھیرتا اور اکڑ جاتا ہے، اور جب اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو لمبی چوڑی دعائیں کرنے والا بن جاتا ہے۔............[مفہوم آیات ۴۹ تا ۵۱]

کلام اپنے اختتام کو پہنچ گیا ہے، بات بالکل واضح ہے، کاش انسان اپنے رب کی بات سنے کہ اُسے اُس کے خالق ومالک نے کس کس طرح سمجھایا ہے۔

---

۲۲ خود گھڑے ہوئے مشکل کشا، بندہ پرور، داتا، دستگیر، حاجت روا۔

۲۳ وہ اپنی فوز و فلاح، مال و اولاد اور دیگر دنیاوی مطالب ومقاصد کے لیے دعا کرتے ہوئے کبھی نہیں اکتاتا اور اِس پر ہمیشہ عمل پیرا رہتا ہے۔۔

اے نبیؐ، ان قرآن کی تکذیب اور کفرانِ نعمت میں جلدی کرنے والوں سے کہیے: کبھی تم نے اس پہلو سے بھی سوچا کہ اگر واقعی یہ قرآن اللہ ہی کی طرف سے ہو اور تم اس کا انکار کرتے رہے تو پھر تم سے بڑھ کر بھٹکا ہوا اور کون شخص ہو گا جو اس کی مخالفت میں دور تک نکل گیا ہو؟ اے محمدؐ، جلد ہی ہم تمھارے ان لوگوں آفاق [کو زمانے کے اُلٹ [۲۴] پھیر میں] اور خود ان کے اپنے نفوس میں اور اُن پر جو بیتے گی اُس کی تفصیل میں بھی اپنی نشانیاں دکھائیں گے، [یہاں تک کہ ان پر یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی کہ یہ قرآن بالکل حق ہے۔ [۲۵]] کیا آج اس بات کو تسلیم کرنے کے لیے اتنی بات کا جاننا کافی نہیں ہے کہ تیرا رب ہر چیز کا خود مشاہدہ کر رہا ہے؟ خبر دار، یہ لوگ اپنے رب کے حضور حاضری میں شک رکھتے ہیں۔ آگاہ رہو! بے شک اُس نے اپنے علم قدرت اور غلبے سے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے۔...[مفہوم آیات ۵۲ تا ۵۴]

☆☆☆☆☆

۲۴ جلد ہی، کچھ وقت کے گزرنے پر یہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ اس قرآن کی دعوت پورے حجاز اور قریبی ممالک پر چھا گئی ہے، یہ قرآن کی پیشین گوئی تھی جو آنے والے دنوں میں پوری ہو گئی۔

۲۵ اس طرح کا ایک انقلاب آئے گا کہ معدودے چند دشمنانِ توحید اور اسلام کو چھوڑ کر باقی لوگوں کے اور ان کے اکابرین کے اذہان بدل جائیں گے۔ یہی ہوا کہ خالد بن ولید، عمرو بن العاص، ابو سفیان وغیرہ جیسے قریش کے اکابرین کے قلوب تبدیل ہو گئے اور انھوں نے قرآن کی دعوت کو قبول کر لیا اور اس کتاب کے علم بردار بن گئے۔